

Registered No. A 783
THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume X
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE TO OTHERS (ARISTOTLES)

[illegible]

جلد ۱۰ مضامین غیر نمبر ۹
مورخہ ۱۲ر مارچ ۱۹۲۵ء

تقریب استقبال و خیر مقدم ہماری ہولی

جب رنگ بھی دھرمی کا نہ جز ایک خاک اڑاتے ہوئے گیا
کچھ دام جو پاکٹ میں ہوتے ہم شگوہ نہ چھپاتے ہولی میں
خالی نہ بھی جانے دیتے پہلو میں جو آتے ہولی میں
ہم خون تمنا کا دیکھی تیروں کو چٹاتے ہولی میں
کیوں طفل تسلی دیتے ہو عیاری سے گاندھی جی کو
چرخے سے جو ہوتا اُنس تمھیں ڈفلی نہ بجاتے ہولی میں
سکھ نہ کسی قابل اب تو دنیا کے حوادث نے ہم کو
قابو میں جو ہوتا دل اپنا گھر سے اڑاتے ہولی میں
ممکن تھا کہ کچھ دن جی جاتی بیماری میں جان آ جاتی
سوراج کی مردہ چھیا کو گر بر جو سنگھاتے ہولی میں
گاتے ہیں گت پڑھتے ہیں غزلیں پہلو میں ہو دل اچکا
سنتا جو کوئی غم کی ہیتا ہم اسکو سناتے ہولی میں
پہلے سے جو ہوتا علم ہمیں تیروں سے جگر بر جائیں گے
ان چھوٹے چھوٹے فتنوں سے آنکھیں نہ لڑاتے ہولی میں
دلبر کو بھی آنے نہ دیا کیا خوب ملا الفت کا صلہ
حسرت تھی کہ اوقات ہم بھی چھاتی سے لگاتے ہولی میں
پر لطف تھا یا ہو چکا ہمراہ ملاقی کے نالہ
اس شہر کے کوچے کوچے میں کوے منگاتے ہولی میں
افلاس نے ڈیرا ڈالا ہے صندل نے تنبو تانا ہے
پھر غم کا دریا امڈا ہے کیا عیش اڑاتے ہولی میں
ہر شخص ہے کیچڑ میں لت پت سرشار ہے کچھ تو نہیں
سوراج کی کرتے تیاری اور آگ لگاتے ہولی میں

صدر الدین سرشار کسمنڈوی
از سیہور

پیمانہ نومبر ۱۹۲۴ء

(تتمہ ۵؍ فروری ۱۹۲۵ء)

افسوس! سنتے ہیں کہ پیمانہ صاحب لنڈھک گئے۔ ابھی ہم اپنے زوال تنقیدات سے انکی غلط پرکھ نہ پائے تھے کہ جھنکار سنی کیا سنی کہ جنوری کا مہینہ گذرا اور نئے سال کی نو کشیدہ شراب کسی رند نے دیکھی۔ فروری فراٹے بھرتا فرار ہوا اور پیمانہ میں فرفراہٹ چھوڑ گیا۔ اب مارچ کا مہینہ ہے میکشان ساغر پرستی انگڑائیوں پر انگڑائیاں لے رہے ہیں تا پیر توڑا جاتا ہے جماہیاں آتی ہیں مگر پیمانہ صاحب کا پتا نہیں ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی پیمانہ ہا کردند و رفتند

اس غریب کا پیمانہ عمر لبریز ہو کے چھلک گیا تو اب چھیڑ چھاڑ کا لطف نہیں مگر مضمون ادھورا رہا جاتا ہے اس لیے سعادت مندی اور سرسری نظر ڈال کے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں کہ ساغر صاحب نے بھی مشق سخن میں دن رات ایک کر دیے... ایک ایک زمین میں سو سو شعر ایک ایک دن میں کہے اور یہ سلسلۂ مشق کامل دو سال تک بدستور باقی رہا۔

راست ورد مرغ بر گردن رواق علی گذرد کہتے ہیں کہ زبان پیری سگرٹ" بہاتی نظمیں ریلوے اسٹیشن کی زمین کو وصلی بنا کے لکھی گئیں کہ زمین کی تاریکی دھوپ پر غالب آ گئی۔ چلنے والوں کے براؤن بوٹ بلا بلیک پالش سے کالے ہو گئے۔ آج تک انجن میں وہی پرانے مسودات کوئلے کی جگہ جھونکے جاتے ہیں ان مسودات سیاہ کی بدولت انجن صاحب پورے شاعر ہو گئے۔ جب چلتے ہیں تو مفعول فاعلات مفعول فاعلاتُ مفعول فاعلاتُ کہتے چلتے ہیں ؎

انداز تھا ہے سوز شاعری کا | نکلتا ہے دھواں انجن کے منہ سے
سخن مقبول ہوتا پرستی ہو | علیگڈھ میں ہر اک انجن کے منہ سے

ہوں خشکیاں سے چکنیاں علیگڈھ | مقابل ہو اگر کوئی سخن کے منہ سے

اب اللہ جانے علیگڈھ کے بادہ کو پیچ کہتے ہیں یا ساغر صاحب لیکن سیماب صاحب سے ہمیں بھی شکایت ہے کہ ننھی سی جان پر اتنا بڑا ستم توڑنا مناسب نہ تھا۔ ایک ایک دن میں سو سو شعر کہلوائے مارے شعروں کے بوکھلا دیا۔ غضب خدا کا دو سال میں ستر ہزار شعر تو دنیا کے بڑے سے بڑے شاعر نے بھی نہ کہے ہوں گے۔ دن رات ایک کر دینا کیسا یہاں تو اپنی جان اور شاعری کی جان ایک کر دی گئی گویا سارا جسم مستحیل ہو کے شعر ہو گیا۔

آگے چل کے سوانح نگار صاحب فرماتے ہیں:-

"مگر جب مشق کی مدت پوری ہو گئی تو ساغر ایک بجلی تھے جو ہر اچھے مشاعرہ میں چمکی اور جس مشاعرے میں چمکی اس میں دوسروں کو چمکنے کا موقع نہ ملا"

اللہ رے رگڑے جھگڑے۔ بل بے صیقل گری شاید ایسی ہی مشق سخن کے بارے میں حضرت جعفر زٹلی پیشین گوئی کا مطلع ارشاد فرما گئے ہیں ؎

جعفر زٹلی نے کیسا کیا
کہ مکھی کو مل مل کے پھنسا گیا

اسکے بعد بہت کچھ چناں چنیں ہے جس سے ہمیں کچھ غرض نہیں اپنے دہی کو کھٹا کون کہتا ہے۔ ساغر صاحب واقعی ایسے شاعر ہیں کہ انکی شاعری کے آگے میاں سیماب صاحب کی شاعری بالکل ماند پڑ گئی۔ ہر شاعرے میں شاگرد کامیاب رہا اور استاد پھسڈی رہ گیا یعنی سیماب کی چمک بجلی کی چمک کے مقابلے میں گھونگھٹ کھا گئی تو ممکن ہے۔ یا یہ بھی کہ شعریت کا انس کل کے ساغر میں بھر گیا تو یقیناً سیماب صاحب کی شاعری میں پھوک کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہا ہوگا۔ اب بحث صرف اس قدر باقی رہ جاتی ہے کہ اس جد و جہد میں شاگرد نے استاد سے کیا پایا؟ اس کامیابی کا حاصل صرف اتنا ہی ہے کہ ——

ایک تھے لالہ شراب کے نشہ میں چور ہوئے تو زمین و آسمان کی خبر نہ رہی۔ لالائن نے کھچڑی پکا کے تھالی سامنے رکھ دی تھی لالہ شاہ نے زور کیا دھار دھوتی کا قاعدہ نا گھنی چاندنی سیدھی تھالی میں

دکھیں رنجش دکھانے لگی۔ ماں نے ہاتھ جوڑا تو سمجھے کہ تھی مقدار سے زیادہ بڑھ گیا ہے فرمانے لگے۔ کالا ندہ پتھوال مدرس خصوص کھچڑی اس ہیئت روغن زرد آمیز کردیو کہ مراد دست حق پرست کن ہیچ از وجہ مستغرق ہوے گویا!

یہ طرز سخن استاد و شاگرد دونوں کو ایسا بھایا کہ غزل قصیدہ رباعی نظم نثر ہر ایک کا انداز رشی اردو سے ماخوذ ہے منتخبات کلام میں جو کچھ حضرت ادبار وغیرہم سے بچ رہا ہے اسکی حقیقت بندہ واضح کرتا ہے حقیقت شناسی کے بعد اہل انصاف خود ہی کہا کہ فرمائیں گے کہ پتھوال کی تقلید میں استاد شاگرد دونوں نے کمال حاصل کیا یا نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

بے تری تصویر کے گردن میں باہیں ڈالدیں
منکشف چشم تصور پر نیا عالم ہوا

مداح صاحب اس انداز کو تصورات کا مجرب اور حقیقی مرقع تجویز کرتے ہیں ہمارا بھی خیال یہی ہے وہ ایسا مجرب مرقع ہے کہ گلی کوچوں میں کا تماشا دکھانے والے گلی گلی دکھایا کرتے ہیں۔

یہ آگرے کا چرخا برہان پور کی روئی
میاں میرے چھوڑ گئے ہیں کاتن کاتا ہوئی
— جھنیاں لال ملوں گی۔
سات سیر کی سات پکائیں نو سیر کی ایک
وہ در پنجرے ساتوں کھا گئیں بیچاری ایک
— جھنیاں لال ملوں گی۔

جب یہ کاٹ کی پتلیاں لڑتے لڑتے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال دیتی ہیں تو چشم تصور پر نیا عالم منکشف ہو جاتا ہے۔ اسکے مجرب اور حقیقی ہونے میں شک نہیں۔

بیت ملاحظہ ہو ؎

آگئی جب یاد آزردہ نگاہی آپ کی
دفعۃً سارا نظام آرزو برہم ہوا

اس بیت کے متعلق شارح صاحب فرماتے ہیں اس درہم برہم کی تعریف ہو سکتی ہے تصدیقاً جبکہ وہ آزردہ نگاہی کا نتیجہ ہے اور پھر یہ بھی کہاں نظام آرزو میں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا نکتہ رس شارح ہم نے نہیں دیکھا۔ جو اس برہم کی تعریف سے قاصر ہے۔ ورنہ آزردگی سے بھی یہی مطلب نکل سکتا ہے جو آزردہ نگاہی کی مبہم مبہم حشو و لغو ترکیب سے۔ اور برہم بھی ایک عام لفظ ہے اگرچہ بعض شاعروں کا تخلص ہے اس برہم میں کوئی تخصیص نہیں۔

شعر ہے ؎

وحشت انجام ہے عالم شب ہجراں میرا
صبح کے ہاتھ میں ہے چاک گریباں میرا

اس شعر میں وحشت انجامی کا ثبوت موجود نہیں اگر دیوانگی و وحشت ثابت ہوتی ہے تو صبح کی کر خواہ مخواہ غیر کے گریباں کے ساتھ ناشائستہ حرکت پر آمادہ ہے۔ سیسوں بچہ ماں کی گرتی کا گریباں پکڑ کر کھانے روٹی مانگتے ہیں۔ چپٹے پڑتے ہیں اور جب کچھ نہیں ملتا گریباں نوچ لیتے ہیں۔ شب ہجراں میں وحشت کا عالم شاعر پر طاری ہے اور گریباں چاک کرنے پر صبح آمادہ ہے تو صبح وحشی ہے یا شاعر مہجور؟

شعر ؎

بس اتنی کیفیت ہی بیخودی سے مانگتا ہوں میں
کہ میرے پاس ہی پہروں مجھے ڈھونڈا کرے کوئی

واہ جناب ساغر۔ یہ کیفیت ہے کہ اب نجن سامنے بیٹھے پڑے ہیں اور کوئی ڈھونڈتے ہوئے جونک اور نکال کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ان میں یہ صفت پیدا کرنی منظور ہے تو کیفیت کی بھیک نہ مانگیے آنکھ معشوق کے دیدوں میں بھونک دیجیے۔ شاعر آپ پہروں پاس بیٹھے رہیئے اور کوئی ڈھونڈا کریگا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بیخودی سے کیفیت آپ مانگتے ہیں اس مانگے کیفیت کا اثر ہوگا تو آپ کی ذات پر یا کوئی اور پر۔ اگر یہی بلندی تخیل کا بے بنا فیصلہ ہے تو ہم بھی تائید کرتے ہیں۔ ساغر صاحب فرماتے ہیں ؎

صبر و سکوں دونوں یہ جرأت بھرے ہوئے ہیں
تسکین دل کی خواہش ہے جو نہ ہوتے ہوتی ہے

واللہ اس بکر الطبعی نے کیا مزہ دیا ہے معلوم ہوتا ہے گویا سرفون کی سوئی اٹک گئی۔ اے حضرت دریا کوئی حوض نہیں جو بھرے۔ دریا چڑھتا ہے بڑھتا ہے بہتا ہے۔ اس شعر سے لاکھ درجہ بہتر تو سہرے میں ٹیسو مانگنے والوں نے کہا ہے ؎

ریتے ہیں بھی ریتے ہیں سندر پکھوڑیں دیتے ہیں
دال چپاتی بھی دال چپا دال چپا بھی دال چپا

"مناظر فطرت" کی تصویر کشی ملاحظہ فرمائیے ؎

نغمے بہرانے چھیڑے فطرت کی بانسری میں
پیدا ہوئیں دبا ئیں جنگل کی خامشی میں

واقعی مناظر فطرت کی تصویر کشی ایسی ہی ہوتی ہے۔ ایسی سہ سہری میں سانپ دکھانے والا مداری بھی مہارت تامہ رکھتا ہے جب وہ تونبی منہ سے لگا کے سوراخ سے سانپ نکالنے کا شعبدہ دکھاتا ہے تو بہترت بدل بدل کے گت ہے۔

یہ ہو تری ناؤ ہے کیا یہ اب جہاں کلا تا ہے؟ القصہ اسی قسم کی اکثر نیس مطالب کا نام گرتشاعر ہے تو خدا اس وصعت سے شرفا و عقلا کو محفوظ رکھے۔ بہت تلاش و جستجو پر بھی ہمیں ساغر کے منتخب کلام میں عیب سے خالی چند شعر نہ ملے۔ کیوں ملتے؟ استاد صاحب بھی سلامتی سے ایسا ہی کہتے ہیں اور یہ بات ابتک مابہ البحث ہے کہ سخن گوئی میں شاگرد صاحب ید طولےٰ رکھتے ہیں یا استاد صاحب۔ لوگوں کا خیال ہے کہ منتخب کلام میں بھی بہت بڑا حصہ وہ ہے جسے استاد صاحب اپنے نام سے پڑھ کے داد سخن لے چکے ہیں۔ حضرت استاد والا تبار کی یہ موروثی عادت ہے چنانچہ پیام ذوکر منتشرہ میں یہ کارنامہ قابل التفات ہے کہ:۔

نا آپ نے (سیماب کے والد) جب بھی جو کچھ فرمایا وہ اپنے استاد مولانا عطار اکبرآبادی مرحوم کے اسم مقدس سے وابستہ کردیا۔

تو یہ فیض سخن ایک رہا استاد کی طرف دوسرا رہا شاگرد کی جانب۔ خدا جانے کیسے با حیا استاد صاحب تھے جو اس ننگ کو برداشت فرماتے تھے۔ چونکہ پیمانہ کے متعلق یہ آخری مضمون ہے

اور حضرت فخر ادب و شہنشاہ شعرا ابو العلا سیماب صاحب کا ذکر بھی آ گیا ہے لہٰذا آپ کے قابل شاگرد میاں ساغر کی زبان سے آپ کی نسبت جو خیالات ظاہر ہوئے ہیں مختصراً ان کا تذکرہ خالی از لطف نہ ہوگا۔

شاگرد صاحب اُستاد نوازی فرماتے اور استاد کے زچہ خانے اور ولادت کا حال یوں تحریر کرتے ہیں "سحر کی سادگیوں سے ایک ہلکا اور دھیما ترنم پیدا ہو رہا تھا۔ اُفق شراب ریز تھی نسیم حیات بار تھی جمنا کی لہروں میں شور و جیں لے رہے تھے اور تاج اپنے نظارہ کی صباحت آرائیوں میں جھلک رہا تھا۔ وقت کی عنبریت عطر افشانیوں میں ڈوبی ہوئی تھی اور تماشائے ساحل کی کوثر فروشیاں سیب بر سینہ و زر بدست تھیں خاک تاج کا ذرہ ذرہ آفتاب در آغوش تھا۔ فطرت کی عجب آفرینیاں ایک خندۂ بے محابا سے رقص کناں تھیں۔ شعریت فردوسی خلوتوں میں جلوہ افگن تھی اور اس ہنگامہ خلد آرا کی بے پناہی کیفیات میں روحانیت وجد آفریں ہے"

اس عبارت کے الفاظ کسی قدر ثقیل ہیں اگر لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں تو قصور فہم کی نارسائی پر گریہ و زاری فرمائیں اور اپنی جانب سے تنبیہ نہیں۔

"صبح کی کئی لڑکیاں جنمیں سے ہر ایک کا نام سادگی ہے پیٹ میں ایک ہی بچہ لیے ہوئے تھیں جس کا نام ترنم یا گنگناہٹ ہے۔ ان لڑکیوں کے جننے (پیدا کرنے) کا وقت آ گیا تھا اور یعنی گنگناہٹ نے پیٹ سے پاؤں نکالے تھے۔ اُفق (یعنی آسمان کا وہ کنارہ جو نگاہوں کے سامنے رہتا ہے) شراب برسا رہی تھی یا ٹپکا رہی تھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیو (زندگی) برساتی تھی۔ جمنا کی لہریں غائب تھیں اور لہروں کے عوض شعر و نغمہ رہے تھے یا کھیلتے پھرتے تھے۔ تاج یعنی تاج محل آگرہ اپنا نکھار سینے میں جھلکا رہا تھا۔ وقت کی گورا رنگت دگو بے مشابہ رنگ کی ایک سوگن جو چھوٹتے میں غوطہ لگا رہی تھی دینے کا نے دانے کی بو سے دماغ پراگندہ تھا دریا کے کنارے بر کوثر فروشیوں کا تماشا سیب سینے پر رکھے اور زر زرد سفید تھیں آغوش میں لیے تھا۔ (کوثر فروشی ایک نیا پیشہ ہے) تاج کی مٹی کا ہر ایک ذرہ گود میں آفتاب کو لیے رہا تھا۔ فطرت کی بیٹیاں (زردیاں) پیدا کرنے والیاں ناز ناز شعروں سے ناچ رہی تھیں۔ شعر گوئی کی صفت بہشت کے کونوں کھدروں میں جھلک دکھا رہی تھی اور ان بہشت سنوارنے والے غل غپاڑوں کی بے آرو کیفیتوں میں روحانیت متوالاپن پیدا کرنے والی۔"

زچا خانہ کا سین ختم ہوا آگے اسی طرح کی عبارت میں پیدائش کی تاریخ تحریر فرمائی ہے یعنی آپ ۱۰ رجب سنہ ۱۳۰۰ھ کو پیدا ہوئے گویا دسویں رجب کو شاعری نے جنم لیا۔ آپ صدیقی حنفی ہیں آپ کے مورث اعلےٰ نے عہد جہانگیری میں معلوم نہیں کہاں سے (شاید منچسٹر سے) فضائے ہند کو عزت بخشی (آبائی پیشہ بھی مندرج نہیں)

الغرض جو کچھ اوصاف آگے بیان ہوئے ہیں وہ شاگرد صاحب کے حسن اعتقاد کی دلیل واضح ہیں۔ اشعریت کا اظہار ہر مقام پر ہے اگرچہ کلام نادرست ہے اور اس سے اکثر مقامات پر جہالت آشکار ہوتی ہے۔

لیکن یہ لطیفہ محفوظ رکھنے کے قابل ہے کہ ۱۹۰۷ء میں حضرت سیماب کا سن شریف ۱۸ سال کا تھا اب ۱۹۲۵ء ہے اس حساب سے آپ کی عمر ۳۶ سال ہوئی مگر جب بحساب قمری آپ کی عمر کا حساب لگایا جاتا ہے تو ۴۴ سال ہوتے ہیں چونکہ سیماب صاحب ہیاۃ کے بہت بڑے ماہر ہیں لہٰذا یہ بھی ایک معجزہ علم ہے کہ شمسی سال بہ نسبت قمری کے چھوٹا ہو گیا۔

بس یار و اب طبیعت اکتا گئی افسوس کسی باکمال شاعر کے ذریں کلام کی تنقید کرنے کے بجائے ہمیں اس ضرورت سے ایک خواہ مخواہ کے شاعر پر قلم گھسنا پڑا کہ انکے کلام کی اشاعت اُردو کی لطافت اور خوبیوں کی جانی دشمن ہے۔ وہ اُردو کے خزانے سے ... وگو ہر خالی کرنی اور خزف ریزوں سے اسکی جگہ ذخیرہ کرتی ہے۔ اگر پھر کبھی مرزا ناپیمانہ صاحب اپنے خرافات سمیت پھر اردو کی جان پر نازل ہوئے تو ہم قلم اُٹھانے کی قسم نہیں کھاتے

والسلام۔

راقم

خواجہ علی محمد خاں آگرہ

شامت ایران

واللہ ایرانی ملا بھی عجب دل لگی باز ہیں آجکل سلطنت کے ساتھ ایسی کھلی بازیاں کر رہے ہیں کہ شاید بایدہ کہتے ہیں کہ جمہوریت خلاف شرع ہے لہٰذا اس چیز کے نزدیک نہ جاؤ ورنہ سیدھے جہنم میں جاؤ گے۔ ہاں اگر بادشاہ بنانا چاہو تو خیر تمہاری مرضی۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ غیر معصوم کی سلطنت ہی کب تمہارے مذہب میں جائز ہے جو جمہوریت کو پیٹ رہے ہو جب دونوں باتیں ناجائز ہیں مگر ان میں سے ایک کا اختیار کرنا جان مال آبرو کے بچاؤ کے لیے لازم ہے تو وہی طرز اختیار کرنا چاہیے جسمیں مسلمانوں کا بھلا ہو اگر کسی نے حاصل کی تو دوڑ دھوپ پھر ہر کا مال جنس جنس کے کھائیں گے۔ جمہوریت بھی ناجائز ہے سلطنت بھی ناجائز ہے دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تو بھیک کا ٹکڑا ہاتھ میں اور غلامی کا طوق گلے میں ہوگا۔

جسطرح تیسرے دن مردار حلال ہو جاتا ہے اسیطرح اضطراری حالت میں بغیر جمہوریت کے اب ایرانیوں کا جینا محال ہے۔ بادشاہ سلامت بہشت یورپ کی حوروں پر عاشق ہیں۔ خدا کی راہ میں مال صرف کرنے کا اجر بہشت ہے تو شیطان کی راہ میں سخاوت دکھانے سے بھی دُنیا کی بہشت میں جیتے جی گلگشت کرنے کا حق انسان کو مل رہتا ہے۔ شاہ کجکلاہ یورپ میں ایرانیوں کی کمائی بہاتے اور امید کرتے ہیں کہ بہشت کا لطف حاصل فرمائیں گے تو از راہ منطق غلطی پر نہیں ہیں۔ یارو سخاوت بڑی چیز ہے۔ یزید بن مہلب (عربی رئیس) کی شان میں ہشام بن حسان کہا کرتا تھا: واللہ کانت السفن تجری

جو دو اور خدا کی قسم اسکی سخاوت کے دریا میں جہاز چلتے تھے) جبکہ یہ قول مشہور ہے

ایک عربی شاعر کا قول ہے۔

ملکا دوالسماحۃ حارخلق و من من عادون یوم بوس
وما زالبحر قط جوادا ولو کان البحر دولم یبوس

جسکا فارسی ترجمہ یہ ہے ؎

سکا فات جوانمردی بہشت است
بروز خوف امن از سیست تبسم
شوند آتش دوزخ سخی را
اگر چہ آں نکو سیرت بود گبر

یورپ کی جنگ سنگی مرعیکی وانہ زور میں دل کے ڈیچے پڑ گئیں تو اب سخاوت کیوں نہ چھوٹے اور سخاوت کے دریا میں چھوٹے کے جہاز کیوں نہ چلیں آجکل بادشاہ سلامت دو تین چھوٹے چھوٹے جہاز رانی کی مشق میں مشغول ہیں اب صرف عیوبیت رہی جاتی ہے۔ اس سے سرورپوں کو اختلاف ہے۔ دنیا بھر کے وہ جاہلیں اختیارکی ہیں جنکا شریعت میں کہیں نشان نہیں ہوائی جہاز میں زہریلے بم ہیں بجلیاں تھیجے ہیں نہ نزولہ اختیار میں یہ سب غیر شرعی جان لیوا طریقہ ہیں شریعت پر عمل بیکے تر دوں غیر شرعی طریقوں کا ترک بھی ہے یعنی قانون اضطرار ایک بہانا اور شرعی قانون سے ہے۔

ان کمھاتوں کھوبوں اور چالاکیوں سے جنہیں تہذیب اور اہل ایمان کی زبانیں چھوٹ ارکیے جان و مال محفوظ رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔

ایران کے مسلمان اگر اپنے ذاتی معاملات میں حکومت جیسے کا نفاذ رکھیں اور دوسروں کے تمدنی ومعاشرتی وتجارتی امور میں دیگر جمہوریتوں کی

تقلید نہ کریں تو ممکن ہے ماخوذ ہوں گے اور مغرب کی ہواؤں سے چند یا میں بچی ہوجائے گی جو حرف سے نرغا ہوگا۔ مسلمان ایسے بہت سمجھتے ہیں کہ مال موزی نصیب غازی لیکن کسی کو اسکے خلاف کے مقابلہ میں اس عقیدہ کا نیا چلن ہے چنانچہ جبکہ کوئی ایرانی تاجر کرے مصر کرو دیہاں مثل ساکو پر

مدہ کو نہایت تحیرا مدیفہ کی تگاوت رکھیتی ہے اور اسپہ کیا ہی ہے کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر صل مال سود سمیت سفارت خانہ میں داخل کر دیا جائے گا۔ ورنہ بصورت غفلت خامیہ نہ کہ جو خواہ مخواہ تو کیا یہ ممکن ہے کہ مال موزی نصیب غازی اس نوٹ کی پشت پر لکھ کے سفیر کے حوالہ کر دیا جائے یا مولانا کے اس مشورہ پر عمل کیا جائے کہ مال تلاش بشاحلال باد۔ تحریر ابھی استغفراللہ لینے کے دینے پڑجائیں۔ یا مرزا سالی اشتک کی طرح کسی انگریزی افسر کا خون بہا دیا جا سکے اور اسکا خمیازہ بھگتنا پڑ سکے۔ نا ممکن۔

سلطنت افغان شخصی سلطنت ہے جسکی ذات تمام شرعی پابندیوں سے مستثنیٰ رہتی ہے جمہوریت ہزار درجہ بہتر ہے۔ ابھی تک ناصرالدین شاہ کے عہد کے صدہا نکتے سرزمین ایران پر بحوالہ بعض کتب تاریخ و اخبار موجود ہیں کیا یہ کوئی شرعی حکومت تھی؟ اگر شرعی قصاص کو دسترس ہوتا تو ہمارے شاہ کجکلاہ کی ناک پہلے ہی قصاص میں



تنگ گیری

امریکہ:- بس ہو چکی دل لگی۔ دیکھو ہم تو کوڑے کھرے لے لیں گے۔
جان بل:- مرغی انڈوں پر ہے پہنچ مجھیں تو دیں۔ فرانس:- انڈے گندے سے ہو گئے ہیں۔

منگائے اور مال وصول کرلینے کے بعد وہ جتنے دم تک نوٹ بیجک بھیج کے واپس کر دے کہ مال موزی نصیب غازی۔ اب خبردار جو پھر آئے تو تو ہی جانے گا۔ یا البرز کے ڈاکو کسی انگریزی تاجر کے مال پر ہاتھ صاف کریں اور سلطنت برطانیہ کی طرف سے نوٹ روانہ کیا جائے۔

حکومت برطانیہ معزز ایرانی حکومت کے اس

جڑسے بھی کچھ لی جاتی۔ مگر وہاں تو کاسک پولیس کاسک باڈی گارڈ اور روسی سپاہی اہل وطن کی سرکشی اور مولویوں کی سینہ زوری کو قریب پھٹکنے نہ دیتے تھے۔ اسکے علاوہ قانون شرعی کا نفاذ کسی ذات خاص کے ہاتھ نام نہیں ہے مگر جب وقت کا مرجع ریاست کی سفت سے متصف ہوکر اسکے نفاذ پر کمربستہ ہو جائے تو امور معطل و مہمل نہیں رہ سکتے جو نسبت

مادر بچہ کش

(لیڈی بجٹ)



چڑیا نوچن

صیغہ ہائے مصارف :- "اماں ہمیں! اماں ہمیں!! اماں ہمیں!!!"

اماں جان :- "نگوڑو میرے پاس کیا رکھا ہے۔ فوج! جان کو لپٹ گئے۔ اب تو بڑی فکر ڈیڑھ کروڑ روپیہ سالانہ کی ہے۔ کچھ بچے گا تو دوں گی"

سوراجسٹ :- "ہاں کچھ سگوں کو دو۔ کچھ سوتیلوں کو۔ ہم کس منہ سے مانگیں"

فردِ واحد کے اجتہادی رائے میں خطا کی سببیت سے
اہلِ معاملہ کو زیادہ محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

بالفعل ایران کی پگڑی ہوئی اور رونق منش ظاہر ہوتی ہے
باطن سیاہ مولویوں کا ہاتھ ہے جو کھیل رہے ہیں
غریب سردار سپاہ واقعی نہایت صاحب تدبیر ہے
جو اس چڑھاؤ اُتار میں سراسیمہ و مضطرب نہیں ہوا۔
کہا جاتا ہے کہ خاندان قاچار کا دور ختم ہوا۔ اب
تاج کیانی سردار سپاہ کے سر پر جگمگانے کا ہے
مولویوں کا گروہ اس امر پر رضامند ہے کہ جمہوریت
نہیں مگر سردار سپاہ کی شخصیت کار فرما ہو۔ کوئی پوچھے
کہ یارو جب یہ شخصیت بھی باطل ہے تو اسے
جمہوریت پر ترجیح کیوں دیتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے
کہ شخصیت کی ماتحتی جنت کی ضامن ہے یا کوئی
مخفی دباؤ کام کر رہا ہے۔ اگر کردوں اور باغی
قبیلوں کو قابو میں لانے کے بعد سردار سپاہ نے
اس گروہ پر بھی قبضہ کر لیا تو واللہ عجب دل و
دماغ کا آدمی ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ
پیشہ ور ملا بعد تحصیل اصول فقہ وجوہ کسب حلال
سے مستغنی ہو کر فوراً اہل وطن کی جیب سے اپنے
ازدواج طیبات کا خرچ وصول کرنے کی تدبیر پر
مستعد ہو جاتے ہیں۔ معاش اسی حیلے کی محتاج
ہے آرام سے مسند تکیہ لگائے گھر میں بیٹھے ہیں
کھاتے ہیں غراتے ہیں۔

اگر فیصدی ایک بار دیانت بھی ہے تو اس
مقدس کا بس نہیں چلتا ورنہ اس سے بھی

کہ آپ وہاں کیا سنتے کہ اس جماعت میں سے اکثر افراد کے
پاس مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن موجود ہے
آپ حیران ہوں گے کہ مصنف کا لکھا ہوا قرآن
کہاں سے مل گیا۔ یہ ایک پرانی حکایت ہے کسی
صاحب نے ایک غلط نویس کاتب سے قرآن لکھوایا
اس ظالم نے اتنی غلطیاں کیں کہ مقابلہ پر بھی صحت
نہ ہو سکی۔ اتفاقاً ایک دوست نے اپنی ضرورت کے
وقت پوچھا "آقا مصحف دارید"
آقا نے جواب دیا "بلے خیلے خوب از خط مصنف مرحوم"
دوست "یعنی چہ؟"
آقا "بابا بسیار غلط و محرف! میدانید کہ قرآن
غلط فرمودہ رب العزت نیست۔ ایں قرآنیست
کہ کاتب تصنیف فرمودہ"

خدا کرے یہ دل لگی جو مصنف کے قلم سے لکھے ہوئے
قرآن کے ذریعہ روز ہوا کرتی ہے جلد ہی ختم ہو۔ اور
خداوندی قرآن کا آفتاب چمکے۔

راقم
خیرخواہ ایرانی

مولانا پنچ کی نوٹ بک

اگر کوئی کہتا کہ ہاتھی ہو رہا تھا مگر مُنا مُوا گا۔ یا
ہیجڑے کے پیٹ سے بچہ نکلا تو ہم شاید خوارق
عادات کے ذیل میں شمار کرتے اور یقین کر لیتے
مگر یہ خبر سُن کے کہ آپ کی ہندوستانی بجٹ میں
تین سو انیس کروڑ خرچ سے بچ رہے کئی گھنٹے تک
یقین کا ٹٹو پاچھی کرتا رہا۔ جو آیا اس سے پوچھا
کیوں بھائی کیا یہ خبر سچی ہے؟ اخباری کاغذ
میں آنکھ مل مل کے دیکھا کہ شاید بجٹ اور بچے
میں تجنیس خطی تو ہے ہی کاتب صاحب نے
غلطی فرمائی ہو۔ مگر معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے۔
ہیجڑا تو نہیں خدا کے فضل ہند کی بجٹ بانسا اور ہوئی
اب یہ حکم لگانا فقہائے سیاسی کا کام ہے کہ
حمل (بوجھ) حرامی ہے یا حلالی۔ بہرحال ہمارے
لاٹ صاحب کو زچہ خانے میں ہرگز نہ جانا چاہیے
اور وزرائے دولت کو ڈھول بجانا چاہیے۔
"سہیلا ہوا کیسے آج سہیلا ہوا کیسے"
"گود کھیلے نند لال زچہ رانی۔ گود کھیلے نندلال"
گانا لازم ہے۔

ہمہ گیری

آپ جانتے ہیں تنگی معاش اور بیکاری آج کل ہر جگہ
ایک بزرگ نے بیٹھے بیٹھے خیال فرمایا کہ کچھ کرنا چاہیے
مگر بات ایسی ہو کہ حواس کے معدے کی طرح جمادات
نباتات حیوانات ہر چیز ہضم کرنے کی صلاحیت
رکھتی ہو۔ دنیا کی کوئی غرض ایسی نہ رہ جائے
جو اس کے دستور العمل میں موجود نہ ہو۔ اول امور
مذہبی کی جانب توجہ مبذول ہوئی۔ نماز روزہ
حج خمس زکوٰۃ یہ سب آمدنی کی چیزیں ہیں۔ مُردوں
کی قضا شدہ نمازیں باجرت ادا ہو سکتی ہیں۔

حق بجانب قیاس روزہ و حج لہٰذا یہ آمدنی تمام دُنیا
سے سمٹ کے یہاں آنی چاہیے ہمیں ان کا ٹھیکا
لینا چاہیے خمس و زکوٰۃ تو یہی آمدنی کی چیزیں ہیں
جاوہ خالی ہو یا نوزری ٹیڑھی کھیر ہے ایسی
مال ملا تا خاک نہیں مفت جان پر بنتی ہے اور
حکومت الگ غرّے ڈبے دکھاتی ہے لہٰذا اسے
پولیٹکل کھلاڑیوں کے واسطے چھوڑ دو۔

چاہے مشہد مقدس پر گولے برسیں یا ایرانی
رعایا روس کی غلام بنے سو توقع ہوگا تو خالی زبان
ہلا سکتے نہیں تر و اتفاقات سے انکار شہادت
کی توثیق قابل استنباط۔

چلیے انجمن حصول اُجرت صوم و صلوٰۃ و حج و
زکوٰۃ و خمس لکھنؤ قائم ہو گئی۔ اتنے میں ایک صاحب
فکر نے کہہ دیا کہ تو تعلیم یافتہ اپنے جلسوں کے نام
میں آل انڈیا کی دُم بھی لگاتے ہیں۔ فرمایا اس!
تو اچھا ہماری انجمن کے نام میں بھی آل انڈیا کا
لفظ بڑھا دو۔ اب پورا نام یوں ہوا۔

آل انڈیا انجمن آخذ اُجرت صوم و صلوٰۃ و
حج و زکوٰۃ و خمس۔

کچھ دنوں بعد ایک میاں صاحب فکر نے کہا حضرت
ایک کمی رہ گئی آج کل بعض انجمنیں بیوہ عورتوں
یتیموں لاوارث مردوں کے نام سے مانگ کھاتی
ہیں اور روپیہ و دلوں کو حرکت میں لانے کے واسطے
کچھ ایسے امور بھی ہونا چاہئیں۔ فرمایا تو جاؤ جوڑ
اور پھر تبدیل کر دو اب عبارت یہ ہوئی۔

"آل انڈیا انجمن آخذ اجرت صوم و صلوٰۃ و حج
و زکوٰۃ و خمس و بیوہ نوازی و یتیم پروری و مردہ شوئی"

تھوڑے زمانہ کے بعد کسی زمانہ شناس نے کہا
کہ آج کل تعلیم کی جانب دُنیا بہت متوجہ ہے اس
انجمن میں تعلیم کی شق بھی ہو تو جذب مال و جذب
توجہ کا یہ وسیلہ بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ فرمایا بہت
بہتر۔ لیجاؤ پھر یہ عبارت بنوا لاؤ۔

"آل انڈیا انجمن آخذ اجرت صوم و صلوٰۃ و حج و
زکوٰۃ و خمس و بیوہ نوازی و یتیم پروری و مردہ شوئی
و حامی تعلیم اطفال۔"

و خفہ کر کچھ بدل دیا حضرت عشرہ ایک کمی رہ
جاتی ہے یعنی تعمیر المساجد بھی خاصی آمدنی کی صورت
کہنے لگے تو خیر یہ لفظ بھی بڑھا دو۔ ایک طرف
خیرخواہوں اور مشیروں کا ہجوم دوسری جانب
ہر گیر نگاہ کی پیٹ مختلف نئے الفاظ اخباری
کالموں میں نظر آنے لگے۔ اور معلوم ہوا کہ مشن
بھی کارآمد لفظ ہے۔ و نیز تبلیغ و اشاعت
مذہب بہت مرغوب دل پر حاصل چیز ہے لہٰذا
پھر تبدیل ہوا:

"آل انڈیا انجمن اخذ اُجرت صوم و صلوٰۃ و حج
و زکوٰۃ و خمس و بیوہ نوازی و یتیم پروری و مردہ شوئی
و حامی تعلیم اطفال و تعمیر المساجد و مشن لکھنؤ"

آپ جانتے ہیں کہ سوداگری کا اور کچھ دم ہوتا ہے۔
دنیاداروں کی بھی دُنیا میں روز بروز کمی ہوتی جاتی
ہے۔ خیانت کرنے والی انجمنوں نے بھرم بھی کھو دیا
ہے۔ نئے تجربے، انگریزی پڑھے ہوؤں کی تعداد
بڑھ رہی ہے جنکو نہ مرنا آتا ہے نہ مرنا چاہتے ہیں
ان کی جیبیں اگر خالی ہوتی ہیں تو پولیٹکل سوشل
ایجوکیشنل اکنامکل اور کمرشل کی اصطلاحات کو سنتے۔
ایک ایسوسی ایشن، کمیٹی، کمپنی، کانگریس، کانفرنس
سوسائٹی، کلب، یونین کے استعمال سے لہٰذا تہذیب
صنعت حرفت، اخلاق، تمدن، زراعت، تجارت کی
شق بھی اس ہمہ گیر ادارے کے اغراض میں مشیروں
کے مشورہ سے شامل کرنی پڑی۔ مقاک کا جھگڑا اس
روزانہ تبادل و تغیر سے خوب ہو گیا۔ اور اس ہمہ گیر
ڈھچر کا آخری نام یہ ہوا۔

"آل انڈیا انجمن آخذ اجرت صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ
و خمس و مال وقفی و بیوہ نوازی و یتیم پروری و مردہ
شوئی و حامی تعلیم اطفال و تعمیر المساجد و دارالتجنیسی
و دار سکول و کالج و اسلامی دارالشعور و انسٹی ٹیوٹ
و ہوم رول فرم مشن فرم سوشل فرم انڈسٹریل فرم اکنامکل
فرم کمرشل فرم آل فرم بینکس جب فرنگ فرم ایسوسی
ایشن کمپنی فرم کانگریس فرم کانفرنس فرم سوسائٹی فرم یونین
فرم کمپنی و جمیع اسمائے السموات والارضین والشمس والقمر
والعرش والکرسی واسماء السیارہ والنجوم وقمرے والی زمان
و دار الفلاح و امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ ایجنسی لمیٹڈ لکھنؤ"

ظاہر ہے کہ اس نام کی ترکیب خود نامانوس الفاظ
اور کچھ وحشت ہے۔ کام کس طرح چلتا۔

شرائط صلح

کہیں یہ نہ سمجھ لیجیے گا کہ خدانخواستہ کوئی جنگ چھڑ گئی
تھی نہیں لڑائی جھگڑا کچھ نہیں آپ نے سنا ہوگا
کہ کچھ لوگ شیعہ کانفرنس سے الگ ہو بیٹھے تھے کہ
ایک شخص نے شیعہ کالج کے ارکان کے بے ضابطہ افعال
پر نکتہ چینی کے ساتھ نکتہ چینی کی تھی۔ غریب شیعہ
کانفرنس کو اس فعل سے علاقہ نہ تھا مگر غصہ اتارنے
کے لیے پتلی گردن والے کی ضرورت تھی اور کوئی نہ ملا
تو کچھ کانفرنس کے ماتھے گئی۔

اب روٹھنے والوں نے کچھ شرائط صلح پیش کیے
ہیں جنکی شرح آئندہ عرض کی جائے گی صرف
ایک شرط سن لیجیے۔ قانون اساسی کو یوں بدلنا چاہیے کہ
ارکان شیعہ اثنا عشری ہو پابند صوم و صلوٰۃ و متشرع ہو
وہ ممبر ہو سکے گا۔

شرط تو معقول ہے مگر یہی ضرور ہے کہ اسی کانفرنس کی
صدارت ایک مولوی صاحب کی نیابت میں نواب رامپور
نے کی تھی اور کچھ نہیں تو تحقیق ہے نواب رامپور کے ڈاڑھی
منڈے ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ڈاڑھی منڈانا شریعت
کے سراسر خلاف ہے اور کسی روایت میں یہ وارد نہیں ہوا
کہ بوقت صدارت کوئی مصنوعی ڈاڑھی بھی جناب
صاحب کی خدمت میں کسی مولوی صاحب نے پیش کی تھی
خان بہادر مرزا شجاعت علی بیگ بھی صدارت کر چکے
ہیں انکو بھی کسی نے پتلی ڈاڑھی سے تنازعہ ہی نہ دیکھا
[illegible] اور بھی کئی مقتدر ہستیاں ممبری اور صدارت
کر چکی ہیں بعض جلسوں میں [illegible] شیعہ کالج کے جلسہ
میں [illegible] صاحب بطور صدر ہوئے تھے ممکن ہے کہ
یہ حضرت مسلمان شیعہ اثنا عشری بنائے گئے ہوں۔ مگر
ڈاڑھی منڈانے پر تشریف رکھتے ہیں یہاں بھی مذہب کی
کوئی [illegible]۔ خود یہ جو شرائط والوں کا حال ظاہر کرتے
ہیں سمجھا ہوا کہ دل کی دل ہی میں رہ جائے گی۔
اگر یہ کہا جائے کہ نواب رامپور کا رعب یہ ڈاڑھی کا
نام نشان ہو [illegible] اور مسٹر صاحب کی مالی مدد تو پھر قابل اعتبار

سکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو کھانسی۔ ہیضہ۔ سر۔ پیٹ درد۔ دست۔ سنگرہنی۔ انفلوئنزا و چھاتی کے امراض کے لیے خوشبودار ذائقہ دار دوا جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً جادو کا سا اثر کرتے ہیں۔ قیمت ۸ مر میں سب جگہ بکتا ہے۔

دروغ کیسری جیسی داد کو بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت ۴ر

بال سدھا بچوں کی کمزوری کو دور کر کے بدن کو مضبوط فربہ اور پھرتیلا بنانے والی میٹھی قیمت ۱۲ر

ڈاک خرچ علحدہ لگے گا

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے سرحد و پنجاب | بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

قصہ ہے یا ظرافت کی جان

اردو میں آج تک اس قصہ کا مثل نہیں ہے

چھپ گیا!

یہ پر از ظرافت قصہ اودھ پنچ کے ساتھ مسلسل شائع ہوتا رہا ہے اسکے صفحات بغرض فائدہ علحدہ بھی مرتب کیے گئے ہیں ابتداء سے سلسلہ وار جو حضرات اودھ پنچ کے خریدار ہیں انھوں نے سلسلہ ملاحظہ کر لیا ہوگا لیکن سہ ماہی اور ششماہی خریداران اودھ پنچ قصہ کی ابتداء سے ناواقف ہوں گے پھر ترتیب قائل ان کے اشتیاق کو پورا کر سکتا ہے

قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

المشتہر

منیجر اخبار اودھ پنچ لکھنؤ

مفت مفت مفت

کتاب کام شاستر

مفت

اصول زندگی کی بتلانے والی تندرستی کا رستہ دکھلانے والی امراض سے نجات پانے کی تدبیر بتلانے والی۔ بھی اولاد پیدا کرنے کا طریقہ سمجھانے والی صحت اور تندرستی کی محافظ مسمی بہ کام شاستر جو رفاہ عام کی غرض سے ہندوستان کی ہر زبان میں شائع شدہ ہے اور تقریباً ۱۰ لاکھ مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ ایک کارڈ تحریر فرما کر مفت طلب فرماویں۔

ملنے کا پتہ:

وید شاستری شنکر گووند جی۔ جام نگر کاٹھیاواڑ

مقبول خاص و عام

تنباکوے خوردنی

پتی!! گولی!! قوام!!!

پتہ ذیل سے طلب کیجیے

مسز ارتضیٰ خاں تاجر تنباکوے خوردنی لکھنؤ

تار کا پتہ ... فہرست مفت

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامہ عراق

عجب دلچسپ نظم ہے جسے اور شاعر کی نامور مشتاق ہیں ... سے فائدہ اٹھایئے قیمت فی جلد ۲ر علاوہ محصول ... ی پی اور منی آرڈر جنٹ ... ہے

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

الخلیل بک ایجنسی بجنور (یو۔ پی)

سے غازی محمود دھرمپال اور علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً جملہ تصنیفات اور اکثر بہترین کتابیں لاجواب قلمی تحریر والی ذریعہ ویلیو پیبل قیمت تک۔

بالکل مفت

اور اس سے زیادہ مالیت کی قیمتاً مگر بعض ٹکٹ کے عوض پر کسکے کے لیے ایک کارڈ لکھیے بہتری کتابیں مفت۔ فہرست کتب مفت الخلیل کا نمونہ مفت ملے گا۔

الخلیل اخبار ہفتہ میں دو بار یکم ۴۔ ۸۔ ۱۲۔ ۱۶۔ ۲۰۔ ۲۴۔ ۲۸ ہر ماہ عیسوی کو پابندی وقت سے شائع ہو کر ۲۶ سال سے ملک کی موجودہ حالت اسلام اور مسلمانوں کی سود و بہبود کے متعلق خاص مضامین و مراسلات کے علاوہ اپنے مخصوص انداز میں ایڈیٹوریل نوٹ پر لطف اقتباسات بہترین انتخاب۔ دنیائے اسلام اور ہندوستان مصر کے علاوہ جنگ نجد و حجاز و خانہ جنگی چین و روس پر ترکی و برطانیہ کے تعلقات کی تازہ بتازہ دلچسپ خبریں شائع کرتا ہے ان کو پڑھنے کیلیے الخلیل کا انتخاب کریں اخبار بینی کے صحیح مذاق کا ثبوت دینا ہے

چندہ سالانہ چار روپیہ (عہ) ششماہی تین روپیہ چار آنہ عہ سہ ماہی دو روپیہ صہ

خط و کتابت کا پتہ:

منیجر اخبار الخلیل الخلیل بک ایجنسی بجنور (یو پی)

ایک فلسفی

یعنی

مرحوم مولانا کرامت حسین سابق جج ہائیکورٹ الہ آباد کے کارنامہ خلائق مصنفات یہ وہ نادر تصنیفات ہیں جنھوں نے اردو زبان کو علمی بنا دیا ہے ملک کے ہر ایک بچہ کو پڑھایئے اور کام کا آدمی بنایئے اگر خود پڑھیے تو زندگی کی قیمت بڑھ جائیگی۔

علم الاخلاق ۔ مسلم گرلز اسکول کے کورس میں داخل تھی اردو یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے نصاب تعلیمی میں شامل تھی۔ مجلد قیمت مع محصولڈاک ۔ عہ

افراد کا سبعہ ۔ ہیشہ ور کے مطالعہ کی چیز ہے اردو ۱۲ر

الدین اور الکون ۔ یعنی مبادی مذہب و سائنس اردو ۱۲ر

امور عامہ ۔ عربی فلسفہ عقلی کا کارآمد متن ہے ۱۲ر

ہر دو کتب کے خریداروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible]